سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے جہاد کی حقیقت

تحریر: شکیل احمد مصباحی

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے نتیجے میں ہندوستانیوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً ان کے خلاف بے چینی اور بغاوت کا ماحول پیدا ہوتا رہا، جو ۱۸۵۷ء میں ایک منظم پیمانے پر میرٹھ کی چھاؤنی سے شروع ہو کر ہندوستان کے دیگر خطوں میں بھی پہنچ گیا۔ اس سلسلے میں ہندو قوموں کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں اور علمائے کرام کی کوششیں بھی مسلسل آزادی کے حصول تک جاری رہیں۔ متعصب تاریخ نگاروں نے جب ان حالات اور ماحول کا نقشہ اپنے طور پر پیش کیا تو حقائق کے ماتھے پر سیاہی پوت کر تعصب اور تنگ نظری سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کے کردار کو بالکلیہ ختم کر دینے کا ناپاک جرم کیا۔ اس پہلو کا دوسرا رخ یہ سامنے آیا کہ سواد اعظم اہلسنت سے خارج علماء جنگ آزادی کا سارا کردار اپنے نام کرنے لگے اور علمائے اہلسنت کے مقتدر مجاہدین آزادی کو انگریز نوازوں کی فہرست میں شمار کروانے لگے یا پھر اپنی جماعت کا فرد بنا کر علمائے اہلسنت کے عظیم کارناموں کے نشانات پر مٹی ڈالنے کی ننگی جرأت ہی کر بیٹھے۔ اب ان حالات میں ضروری ہے کہ اصل واقعات سے قوم کو روشناس کرایا جائے اور بازار سیاست کے دلالوں کے سامنے حقیقی صورتحال پیش کر دی جائے تا کہ آج جو غدار وطن کا بدنما داغ اقتدار کے زور پر ہماری پیشانیوں پر مڑھا جا رہا ہے، اس کا بے بنیاد ہونا معلوم ہو جائے۔

سید احمد اور شاہ اسماعیل کے تعلق سے پورا دیوبندی مکتب فکر مسلسل تحریر و تقریر کے ذریعہ یہ ذہن دینے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی اور جہادی سرگرمیوں میں سارا رول ان ہی کا ہے اور انہوں نے ہی مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کیلئے وعظ کے ذریعہ منظم کرنے کے بعد جنگیں کیں اور شہادت کے درجے پر فائز ہوئے، جبکہ سچائی اس کے برعکس ہے، بلکہ یہ دونوں اور ان کے دیگر حامی و متبعین انگریزوں کے وظیفہ خوار اور مکمل ہم نوا تھے۔ اس سلسلے میں خود افراد خانہ کی بیشمار شہادتیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک ہدیہ قارئیں ہیں۔

سیاسی مصلحت کی بناء پر سید احمد صاحب نے اعلان کیا کہ سرکار انگریز سے ہمارا مقابلہ نہیں اور نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حکام انگلشیہ بالکل باخبر نہ ہوئے اور نہ ان کی تیاری میں مانع آئے۔ (حیات طیبہ، مطبوعہ مکتبۃ الاسلام، ص ۲۶۰)

"سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے، سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آبادی کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں سے جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عمل داری میں امن میں خلل نہ پڑے تو نہیں آپ سے کچھ سروکار نہیں، نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔ یہ تمام بین ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ

www.irshadul-islam.com

تھی۔" (حیات طیبہ، مطبوعہ مکتبۃ الاسلام، ص ۵۲۳)

اس تعلق سے مولانا جعفر تھانیسری کی تحریر اس طرح ہے۔

"سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس وقت آزاد عمل داری کو اپنی ہی عمل داری سمجھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ سرکار انگریز اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ ملتی، مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔" (حیات سید احمد شہید، ص ۲۹۳)

سرسید بھی ان واقعات کی طرف عنانِ قلم موڑتے ہوئے بالکل ملتی جلتی باتیں لکھتے ہیں، جس سے سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے جہادی کارناموں کا سراغ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔

سید احمد صاحب نے پشاور پر پھر سکھوں کا قبضہ ہونے کے بعد اپنے ان رفیقوں سے جو جہاد میں جان دینے پر آمادہ تھے، یہ کہا کہ تم جہاد کیلئے بیعت شروع کرلو، چنانچہ کئی سو آدمی نے اسی وقت بیعت کی اور یہ بات تحقیقی ہے کہ جو شخص شیر سنگھ کے مقابلے میں لڑائی سے بچ رہے تھے ان میں صرف چند آدمی اپنے پیشوا سید احمد صاحب کی شہادت کے بعد مولوی عنایت علی اور ولایت علی ساکن پٹنہ ان کے سردار ہوئے، لیکن انہوں نے جہاد کے فرائض انجام دینے میں کچھ کوشش نہیں کی اور جب پنجاب پر گورنمنٹ انگریز کا تسلط ہوا تو مولوی عنایت علی اور ولایت علی مع اپنے اکثر رفیقوں کے ۱۸۴۷ء میں اپنے گھروں کو واپس بھیج دیے گئے، پس اس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ خاص پٹنہ یا بنگالہ کے اور ضلعوں سے بلکہ عموماً ہندوستان سے روپے اور آدمی اس وہابیت کے پہلے تین زمانوں میں ضرور سرحد کو بھیجے گئے تھے۔ لیکن میری رائے میں یہ بات بہت کھلی ہوئی ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی انگریز گورنمنٹ پر حملہ کرنے کے واسطے ہرگز نہیں گیا تھا اور نہ ان سے یہ کام لیا گیا اور نہ تین زمانوں میں سے کسی کو اس کا کچھ خیال ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی نیت بغاوت کی جانب مائل ہے۔" (مقالات سر سید حصہ نہم ۱۳۶۔۱۳۵)

مزید شواہد کے لئے اور آگے کی عبارت بھی ملاحظہ کریں۔

"جب مولوی عنایت علی اور ولایت علی ۱۸۴۷ء کو ہندوستان لوٹ آئے تو اس وقت سید احمد صاحب کے چند پیروکار سرحد پر باقی رہ گئے تھے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ ان دو شخصوں نے پٹنہ اور اس کے قرب و جوار کے آدمیوں کو اس کی ترغیب دینے میں ہرگز کوتاہی نہیں کی کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اور یہ اس کام کے واسطے روپیہ جمع کریں۔ چنانچہ وہ برابر بڑی سرگرمی سے کوشش کرتے رہے، اور جس بات کا اب تک ان کو دل سے خیال تھا اس کا اظہار انہوں نے ۱۸۵۱ء میں اس طرح صحیح ہے، کیا کہ وہ پھر ہندوستان سے سرحد کی جانب چلے گئے، مگر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے خیال کیا کہ یہ لوگ دوبارہ سرحد کو انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے گئے تھے اور انہوں نے بجائے سکھوں کے انگریزوں پر جہاد کیا تھا۔ حالانکہ جب ان لوگوں کو انگریزوں سے کسی طرح کی شکایت نہ تھی تو پھر ان کا ارادہ کسی طرح پر صحیح نہیں ہو سکتا۔" (ایضاً ص ۱۴۷)

اس پر تھوڑی اور روشنی ڈالتے ہوئے سرسید اک رواں قلم سرخ لکیر کھینچتا ہوا نظر آتا ہے، جس سے سید احمد رائے بریلوی کا کردار پوری طرح لہولہان نظر آتا ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ وہابی اپنے مذہب میں بڑے پکے، نہایت سچے ہوتے ہیں، اور اپنے اصول سے کسی حال میں منحرف نہیں ہوتے، اور جن شخصوں کی نسبت میں یہ لکھ رہا ہوں، وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں چھوڑ گئے تھے اور ان کے مذہب میں اپنے بال بچوں

www.irshad-ul-islam.com

کے محافظوں پر حملہ کرنا نہایت ممنوع ہے، اس لحاظ سے اگر وہ انگریزوں سے لڑتے اور لڑائی میں مارے جاتے تو وہ بہشت کی خوشبوؤں اور شہادت کے درجہ سے محروم ہو جاتے، بلکہ اپنے مذہب میں گناہگار خیال کئے جاتے۔(ایضاً ص ۱۴۸)

مذکورہ اقتباسات کی بنیاد پر دیوبندی جماعت کے پیشوا سید احمد رائے بریلوی کو انگریز نوازوں کی پہلی فہرست اور بانیوں میں شمار کرنا تاریخی سچائی ہے اور اس میں کوئی جرم نہیں کہ انہیں انگریزوں کا کھلا ہوا معاون اور ناصر گردانا جائے، جب کہ ان شکستہ حالات، فریاد کناں ماحول میں علمائے اہلسنت اپنے وطن کی آزادی کے لئے پوری طرح انگریزی افواج کے خلاف صف آرا اور تحریر و تقریر کے ذریعہ عام ہندوستانیوں کو انگریزوں کے خلاف متحد کر رہے تھے، جس کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ جان و مال کے اتلاف کا شکار بنتے رہے۔

انگریز نوازی کے ایسے واقعات سے خود سید احمد کے ماننے والوں ہی کی کتابیں شور محشر جیسا ماحول پیش کرتی ہیں اور بعد کے متبعین کی جھوٹی کہانی کا کھلا مذاق اڑاتی ہیں۔ سوانح احمدی، مخزن احمدی، نقش حیات، الدرر لمنثور وغیرہ کی عبارتیں بھی سید صاحب کے جہاد کو انگریز مخالف برسر پیکار طاقتوں کے خلاف بتاتی ہیں، مگر اس جماعت کے شرپسندوں نے تاریخ نگاری کی روایت پر فرنگی ظلم کرتے ہوئے تاریخ سازی کی نئی طرح ایجاد کر کے یہ بتا دیا کہ جھوٹی شہیدی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اب جھوٹی تاریخ کا سبق بھی عام کریں گے۔ حالانکہ سید احمد کے عہد کے قریبی مورخین وہی باتیں لکھتے رہے جو علمائے اہلسنت بتاتے رہے ہیں۔ مگر بعد کے مورخین نے اپنی جماعت کے اکابرین کا دامن الجھتا دیکھ کر دروغ گوئی سے تاریخ کے صفحات پاٹ دیے۔

سید احمد کے جہادی پہلو کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اقتباس بھی کافی واضح ہے۔

"سرکار انگریز گو منکر اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں اعلانیہ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر ہم پر کوئی ظلم و زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے، پھر ہم سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلاوجہ طرفین کا خوف گرادیں۔" حیات سید احمد شہید، ص ۱۷۱)

فرانس کے مشہور مستشرق گارسن دتاسی کی کتاب تاریخ ادب اردو کی تلخیص طبقات الشعراے ہند، ص ۲۹۵ مطبوعہ ۱۸۴۸ء میں سید صاحب کے تعلق سے موجود ہے کہ

"بیس برس کا عرصہ ہوا کہ وہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔"

یہی بات دوسرے لفظوں میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ترجمان وہابیہ میں بھی لکھی ہے کہ

حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا"۔

(ترجمان وہابیہ، ص ۸۸۔۱۲)

یہی حال شاہ اسماعیل کا بھی تاریخ کے صفحات پر نظر آتا ہے۔ خود وہابی نظریات کے حامل قلم کاروں اور ان کے عہد کے قریبی تذکرہ نگاروں نے ان کی انگریزوں سے قربت اور وفاداری کے لڈو ہر خاص و عام کو بانٹے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے وقت وہابی، دیوبندی جماعت کا وجود ہی نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اکابر دیوبند نے جنگ آزادی میں اہم رول ادا کیا۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا بگل بجایا، شدید ترین ناانصافی اور زیادتی ہے۔ اس کے برعکس علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا فیض احمد

www.irshad-ul-islam.com

عثمانی بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مولانا لیاقت علی الہ آبادی اور دوسرے علمائے کرام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور عام مسلمانان ہند کو بیدار کیا۔ مگر علمائے سو کا یہ طبقہ پوری چاپلوسی کے ساتھ انگریزی حمایت میں قولاً و عملاً سرگرم رہا، جس کی گواہی خود افراد خانہ نے ہی دے دی ہے۔ کلکتہ کے جلسہ عام میں جب ایک شخص نے شاہ اسماعیل سے پوچھا کہ انگریزوں کے خلاف آپ جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے تو شاہ صاحب نے فرمایا:

"ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں، ایک تو ان کی رعیت ہیں، دوسرے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں"۔ (حیات طیبہ طبع قدیم ص ۳۶۴)

مرزا حیرت دہلوی کی یہ بھی تحریر ملاحظہ ہو۔

"مولوی اسماعیل نے اعلان کر رکھا تھا کہ انگریزی سرکار پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے"۔ (حیات طیبہ ص ۲۰۱)

اس تعلق سے سرسید نے بھی انتہائی واضح الفاظ استعمال کر کے انگریز نوازی کا سارا پول کھول دیا۔

"اس زمانے میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے، مگر وہ واعظ نہ تھے۔ واعظ مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے، جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا ولولہ خیز اثر پیدا ہوتا تھا جیسا کہ بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے۔ مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی برافروختہ ہو، بلکہ ایک مرتبہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے، وہ بھی تو کافر ہیں؟ اس کے جواب میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چوں کہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں"۔ (مقالات سرسید حصہ نہم ص ۱۴۲، ۱۴۱)

یہ تمام شواہد سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں، مگر جماعت دیابنہ کو یہ سچائی کسی طور پر ہضم ہوتی نظر نہیں آتی اور وہ اپنے اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے علمائے اہلسنت کی پاک باز، محب وطن اور انگریز دشمن شخصیات کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں تاکہ ان کا مکروہ کردار عام لوگوں کے سامنے نہ آسکے۔

مسلمانوں کے خون کی حرمت وعزت

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے تاریخی چند کلمات طیبات جو آپ ﷺ نے اظہار نبوت کے تیئیسویں سال منجانب اللہ تکمیل دین اسلام کا اعلان ہو جانے کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر عید الاضحیٰ کے دن وادی منیٰ میں کم و بیش ایک لاکھ انسانوں کے مجمع میں ارشاد فرمائے، حسب ذیل ہیں۔

بے شک تمہاری جان مال اور آبرو تم پر ایسی ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس شہر (سرزمین حرم) میں تمہارے لئے اس ماہ (حرم) میں اس (آج کے) دن کی حرمت ہے۔ (مسلم)

سنو جو شخص یہاں حاضر ہے اور یہ حکم سن چکا ہے اس کا فرض ہے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں، ان کو یعنی آنے والی نسلوں کو یہ پیغام پہنچا دے۔

www.irshad-ul-islam.com